جناب غیاث الرحمٰن صاحب

سوویت جانے والے طالب علموں کے نام

اس مضمون کے ذریعہ میں ان طالب علموں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو سوویت یونین تعلیم یا سیاحت یا یو مختلف تقریبوں میں شرکت کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم نظام کے مظاہرہ کے ساتھ اشتراکی نظام کی اشاعت ہوتی ہے۔ زیادہ تر ایسے پروگراموں میں ممالک — اور دنیا کے نمائندے مدعو کئے جاتے ہیں جنہیں سوویت یونین کے اسکالرشپ کی بنیاد پر مختلف تعلیمی شعبوں میں مزید تعلیم کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اور جن کی ضرورت شدت کے ساتھ ان کے ملک کی ترقی کے لئے ہوتی ہے۔ یہ ملک انہیں جدید قسم کی تجربہ گاہیں، اعلیٰ ادارے اور دیگر سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ جو انہیں اپنے ملک میں نصیب نہیں ہوتی۔ مزید تعلیم کے پس پردہ اشتراکی نظام کا پروپیگنڈہ اور تربیت کی جاتی ہے۔ جو ان ذہین طالب علموں کے ذہن کو متاثر کرتی ہے۔ تاکہ یہ اپنے ملک میں ان کے ایجنٹ بن سکیں۔ بدنصیبی سے یہ ذہین طالب علم زیادہ تر نسلی امتیاز، عصبیت، حتیٰ کہ بسا اوقات بربریت کا شکار ہو جاتے ہیں اور انہیں قید بامشقت کی زندگی گذارنی پڑتی ہے۔ یہ طلبا آخر میں K.G.B کے ظلم و بربریت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بدقسمتی سے اردن کے منتخب طلبا میں سے ایک میں بھی تھا۔ جس نے آٹھ سال اس ملک کے اونچے ادارے میں تعلیم حاصل کی اور ایک سال انتہائی تکلیف دہ زندگی جو کسی حیوانی طرز سے کم نہ تھی K.G.B کے قید خانے میں گذاری۔ K.G.B ایک سراغ رساں ایجنسی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے تجربات و تاثرات آپ کے سامنے پیش کر دوں جو اس ملک کی حقیقت اور خوش گمانی کو فاش کر دے۔ ممکن ہے آپ سوویت یونین کے پروپیگنڈہ کے شکار ہوں جو کسی طرح ہٹلر کے جارحانہ عمل سے کم نہیں ہے۔ سوویت حکومت کی زندگی حقیقت سے بہت دور عیاری اور مکاری پر مبنی ہے۔ مشرق و مغرب کے نقطہ نظر سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اس وقت میرا مقصد صرف ان تجربات کو پیش کرنا ہے۔ جو ان طالب علموں کو تعلیم کے دوران پیش آتے ہیں۔

اردن کی وزارتِ تعلیم کی طرف سے زراعت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے میں لینن گراڈ کے اعلیٰ ادارے میں بھیجا گیا۔ میرے والدین مسلمان ہیں اور اسلام کے شدت سے حامی ہیں۔ اس ملک کو اسلام کا دشمن سمجھتے تھے لیکن لیکن اپنے مالی فقدان کی وجہ سے وہ مجھے مزید تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روک سکے۔

۱۹۸۱ء میں مجھے لینن گراڈ سے ایم اے کی سند ملی اور میں گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد ڈاکٹریٹ کے لئے جب دوبارہ حاضر ہوا تو میرے چند احباب نے کمیونسٹ پارٹی میں شرکت کی دعوت دی تاکہ جب میں واپس گھر جاؤں تو اس نظام فکر کو اپنے ملک میں پھیلاؤں۔ لیکن میں نے اس اپیل کی شدت سے مخالفت کی۔ درخواست کرنے والوں میں جارڈن اور دوسرے غیر ممالک کے طلبہ بھی تھے۔ کبھی کبھی میرے ساتھ ان کی سیاسی جھڑپ بھی ہو جاتی تھی جو اس ملک کے اوپر سخت تنقید کے ساتھ ختم ہوتی تھی۔ جب ان حالات کی خبر K.G.B کو دے دی جاتی تھی۔ یہ باتیں مجھے اس وقت معلوم ہوئیں جب K.G.B والے نے مجھ سے پوچھ گچھ شروع کردی۔ متواتر مجھ سے اشتراکیت میں شمولیت کے لئے اصرار کیا۔ اور مجبور کیا گیا کہ غیر ملکی طلبہ کے درمیان تقریر کروں۔ یہ تقریر میرے بجائے سوویت کے تعلیم کے ذریعہ تیار کی جاتی تھی۔ دو یا تین دفعہ کے بعد میں نے تقریر سے انکار کر دیا۔ یہ تقریر زیادہ تر اسلام اور جارڈن کے اوپر فحش کلمات پر مبنی ہوتی تھی۔ لیکن مجھے ذرا بھی یہ دیر نہیں لگی کہ میں اپنے خیالات کے اظہار میں گرفتار کر لیا جاؤں میں نے اپنے ڈاکٹریٹ کی تھیسس ۱۹۸۴ء کے آغاز میں جمع کر دی۔ مجھے امید تھی کہ تین ماہ کے اندر اندر سند دے دی جائے گی۔ لیکن میرے لئے وہ دن بہت تعجب خیز ہوا جب میں ۱۹۸۴ء میں گرفتار کر لیا گیا۔ میری گرفتاری کی نوعیت انتہائی پُراسرار تھی کہ دو دن کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ میں گرفتار کر لیا گیا ہوں۔

ایک سوویت افسر میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اور بغیر تعارف کے مجھ سے درخواست کی کہ تیس منٹ کے ان کے ہمراہ VISA OFFICE چلیں۔ لیکن بجائے VISA OFFICE جانے کے ہم لوگ ایک K.G.B کی عمارت میں داخل ہوئے۔ وہاں چند آفیسر نے مجھ سے اور میری تعلیم کے سلسلے میں کچھ سوالات کئے۔ اس کے بعد پہلا شخص مجھے دوسری عمارت میں لے گیا۔ جہاں اس نے ایک پوچھ تاچھ کرنے والے آفیسر سے ملایا۔ اس نے مجھ سے صرف دو باتیں پوچھیں اس کی عمر تقریباً ۵۰ سال تھی۔ اس کے چہرے سے تھکاوٹ کے آثار بے صبری کے نشانات اور اعصاب میں تناؤ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ یہ شخص اپنے فن میں ماہر تھا۔ بحث کے درمیان مجھ سے سائنس، فلسفہ، مذہب اور سیاست پر کئی سوالات کئے۔ اس وقت تک میں ان چیزوں کو صرف اوپری سطح تک سوچتا رہا۔ میں نے سوالات اور بحث کے بعد جانے کی اجازت طلب کی۔ لیکن انہوں نے مزید تفتیش کے لئے چند منٹ روک لیا لیکن جب پہلا افسر واپس آیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آپ دوسری صبح تک رکیں تاکہ مزید کارروائی کی جاسکے۔ جب میں نے اعتراض کیا تو اس نے مجھے دوسرے افسر سے ملنے کے لئے کہا۔ جو وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن مجھے زیادہ دیر نہیں لگی کہ میں نے اپنے آپ کو ایک چھوٹے سے قید خانے میں

پایا۔ جو تنگ و تاریک تھا۔ اس کے باوجود مجھے یقین نہیں آیا کہ میں قید کر لیا گیا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ میرا کوئی جرم نہیں ہے۔

دوسرے دن دوسرے K.G.B افسر نے مجھ سے مانوس طور پر چند سوالات کئے۔ اور مجھے مدد کرنے کے لئے یقین دلایا جب اس نے سوالات کا سلسلہ ختم کیا تو ایک خط ریڈ گارڈ کے جج کی طرف سے مجھے دیا جس میں صرف یہ بات درج تھی کہ میں زیر معائنہ ہوں۔

اس نے مجھے دستخط کرنے کو کہا۔ میں نے دستخط کر دیا۔ اس کے بعد میرے سامان اور کپڑے ضبط کر لئے گئے اور میں دوبارہ تنگ و تاریک کمرے میں پھینک دیا گیا۔ یہاں میں نے بھوک پیاس کی سرورائیں گذاریں جب کہ درجہ حرارت F ۱۰۵ تک پہنچ گیا تھا۔ تیسرے دن سوویت یونین کے آفیسر نے مجھ سے پوچھ تاچھ کی اور پہلی بار غذا بھی دی اور یقین دلایا کہ جلد ہی رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن تین چار روز تک تفتیش جاری رہی۔ اور میں ایک فوجی کار کے ذریعہ ایک قیدخانہ میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں میری تلاشی کر کے ایک تاریک کمرے میں پھینک دیا گیا۔ اور آٹھ ماہ اس قیدخانہ میں رہا جہاں میری ملاقات دوسرے غیر ملکی قیدی افغان۔ نائجیریا اور فلسطین اور انگولہ کے طلبہ تھے۔

دو ماہ بعد وہی فوجی افسر دوبارہ میرے پاس آیا۔ اور چند کاغذات دئے۔ جو مجھ پر عائد جرم کی تصدیق کر رہے تھے۔ لیکن میں نے شدت سے ان تمام چیزوں کا انکار کیا۔ ایک ماہ بعد ایک عورت افسر میرے پاس آئی اور متعدد سوالات کئے۔ مزید دو ماہ بعد ایک کاغذ وصول کیا۔ جس میں ٹرائل کی تاریخ درج تھی۔ میں نے فوراً محسوس کیا کہ سوویت یونین کے آئین کے مطابق میں اپنے حقوق کی فرمائش کروں۔ میں نے فوراً ایک خط قیدخانہ کے ذمہ داروں کو لکھا۔ کہ میں جارڈن کے سفارت خانہ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں اپنی پسند کی بنیاد پر اپنا وکیل کر سکوں اور اپنا احتجاج اقوام متحدہ تک میں نے روانہ کیا۔ لیکن قیدخانہ کے وارڈن نے جواب دیا۔ کہ میں اپنے تمام کاغذات بیت الخلاء میں پھینک دوں۔

اس سارے ردعمل کے بعد میں نے بھوک ہڑتال کا ارادہ کیا۔ اور کئی دن فاقہ کے بعد میں ایک خالی کمرہ میں لے جایا گیا۔ جہاں میں ایک عرصہ تک بے ہوش رہا۔ کچھ دیر بعد مجھے ٹیوب کے ذریعہ میرے پیٹ میں رقیق غذا پہنچائی گئی۔

پانچ ماہ قید میں گذارنے کے بعد میری ملاقات کورٹ کے ذریعہ نامزد کئے گئے وکیل سے ہوئی۔ جس نے مجھ سے وہی سوالات کئے جو مجھ سے تفتیش کے دوران کئے گئے تھے۔ سوالات کے آخر میں اس نے مجھے یقین دلایا کہ مجھے کورٹ میں حاضر نہیں ہونا پڑے گا۔ اور میں نے اپنے چند خطوط سوویت یونین اور جارڈن میں رہنے والے احباب تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ میں نے چند خطوط اسے دئے لیکن بعد میں اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں کورٹ میں حاضر ہوں۔ اور میرے خطوط کو اس نے سامنے یہ کہتے ہوئے کہ کہیں یہ خط K.G.B کے ہاتھ نہ لگ جائے

فوراً دو ٹکڑے کر دیئے۔

۱۱ر جولائی کی صبح کو میں سوویت کورٹ میں داخل ہوا۔ جج نے میرے متعلق میرے الزامات کو میرے سامنے پڑھا جو بے بنیاد تھے۔ میں نے ان الزامات کا انکار کیا۔ جج نے چند اشخاص کے نام بتائے جن کے ساتھ برا سلوک کرنے کا الزام تھا۔ میں نہ انہیں جانتا تھا اور نہ ان کا نام سنا تھا۔ صرف میری ایک دوست لڑکی تھی جس سے میں واقف تھا۔ ان سارے حضرات کو کورٹ میں حاضر ہونے کی گذارش کی۔

جج نے کہا یہ سارے لوگ یہاں سے بہت دور رہتے ہیں۔ اور یہاں نہیں اس کے اور پورے ٹرائل کے درمیان جو کئی ماہ چلیں گے۔ مجھے اس قید خانہ میں رہنا پڑے گا۔ جہاں میں بہت زیادہ مایوس ہو چکا تھا۔ ان سارے حالات کو دیکھ کر میں فوراً ٹرائل کے لئے تیار ہو گیا۔ ٹرائل کے بعد مجھے چھ سال کی بامشقت سزا سنائی گئی۔

میری ایک رشین گرل فرینڈ بھی کورٹ میں موجود تھی۔ اسے بھی میری مدافعت کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ صرف خاموش بیٹھی دیکھتی رہی۔ دو مہینے اس قید خانہ کے قیام کے بعد مجھے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا جہاں میں نے بامشقت قید کی سزا گذاری۔ ہر قیدی کو جاتے وقت نمکین مچھلی (Salted fish) دیا جاتا تھا۔ کہ اس کی بو سے بھاگنے والے قیدی تربیت یافتہ کتے کے ذریعے گرفتار کر لئے جائیں۔

کیمپ کے اندر کے ساتھی قیدی مختلف ممالک کے رہنے والے تھے۔ جس میں زیادہ تر عرب شام، فلسطین جارڈن اور جنوبی یمن کے باشندے تھے۔ ہر ایک کی کہانی دردناک اور المناک تھی۔ ہم لوگوں کو بامشقت زندگی گذارنی ہوتی تھی۔ جن میں پتھر کاٹنا، شیشہ تراشنا، عمارتی سامان کی تیاری وغیرہ۔ غذا بہت قلیل ملتی تھی جس سے میرا وزن دن بدن کم ہو رہا تھا۔ جو قیدی کیمپ کے ضابطوں کی خلاف ورزی کرتے ان کی سزاؤں میں اضافہ کر دیا جاتا۔ اور کسی تنگ کمرے میں ڈال دیا جاتا یا کسی سرد ٹب میں ڈال دیا جاتا جس میں کافی سرد پانی ہوتا۔ بعض اوقات قیدیوں کو بالو سے بھرے بورے کو پیٹھ پر لاد کر کسی اونچے پہاڑ کی مسافت طے کرنی پڑتی۔ لہٰذا وہ بری طرح تھک کر بیہوش ہو جاتے۔ اور کبھی پلاسٹک کے تھیلوں میں بند کر دیا جاتا۔ جس سے آکسیجن کے فقدان کی وجہ سے بیہوش ہو جاتے تھے۔ طبی امداد بالکل نہیں ملتی جس کی وجہ سے ہر قیدی مختلف مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتا۔

ان قیدیوں کو بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ صرف ایک بار میں نے کورین قیدیوں کو بھاگنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھا جنہیں کیمپ کے محافظ کتوں نے پکڑ لیا۔ میں اس قید خانے سے ایک سال بعد رہا ہوا۔ اور ماسکو لے جایا گیا۔ جہاں میں نے جارڈن واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔ جنہوں نے میرے اچانک غائب ہو جانے کی روداد سنی تھی۔ انہوں نے جارڈن کی حکومت پر دباؤ ڈالا۔ اگر میری حکومت یہ دباؤ نہ ڈالتی تو شاید میری

رہائی نہ ہوتی - اور شاید میں اس کیمپ سے زندہ واپس نہ آتا۔

اب میرے زیادہ تر اوقات کویت اور ریاض میں گذرتے ہیں۔ ہر ہفتہ میری حاضری جارڈن سفارت خانہ میں ہوتی - جہاں میں اپنے سامان کی واپسی جو میری گرفتاری کے بعد میرے کمرے میں رہ گئی تھی۔ اس کی فرمائش کرتا ہوں۔ ساتھ ساتھ میری سند ایم اے کی مجھ کو اب تک نہیں ملی تھی۔ لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ K.G.B میری Academy کو دباؤ ڈالے کہ وہ میری سند واپس کردے۔ سوویت نظام تعلیم میں سند کے ساتھ ساتھ یہ شرائط ضروری ہیں کہ Communist Party کا ایک آلہ بن جاؤں لیکن اس ریاکاری اور مکاری اپنی قوم کے ساتھ کرنے کو تیار نہیں تھا۔ سوویت حکام نے وہ سارے فوائد سوخت کردے۔ کاش حالات اور نظام کا علم قبل سے ہوتا۔

اب میری سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ میں ان لوگوں کو آگاہ کردوں جو سوویت نظام تعلیم پر مبنی وظائف (Free Scholarship) کے لئے جانے کے خواہشمند ہیں۔ ان سے میں صرف یہ کہوں گا کہ مجھے اس کی بہت قیمت ادا کرنی پڑی +

بقیہ فضیلت صحابہ از ص۵۶

شرائع کے مکلّف نہیں۔ لیکن قطب مدار کے مذہب پر ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔ اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی اطاعت پر کوئی جزا نہیں۔ صرف اہل اطاعت کے ساتھ اطاعت میں موافقت کرتے ہیں۔ اور عبادت کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ اور نبوت کے کمالات فقہ حنفی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز کے اس کلام کی حقیقت معلوم ہوئی کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام نزول کے بعد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے +

بقیہ تبصرہ کتب از صفحہ ۶۷

عبدالحق مدظلہ کے افتتاحیہ اور قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کے مقدمہ سے کتاب کی ثقاہت و افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

میری دلی تمنا ہے کہ باری تعالیٰ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماوے۔ اور اسلامیان ملت کو استفادہ و مطالعہ اور زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرماوے اور خدا کرے کہ اسلام کی نشاط ثانیہ کے اس دور میں یہ کتاب ایک فعّال محرک اور انقلاب آفریں پیغام ثابت ہو۔